ڈاکٹر شاہ انجم

مکتوباتِ مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی

(۱)

تحقیق جزوقتی شغل نہیں، ایک ''طرزِ زندگی''[۱] کا نام ہے۔ اسے تو زندگی بھر کی ریاضت درکار ہوتی ہے۔ صرف شاعری ہی نہیں، تحقیق بھی پورا آدمی مانگتی ہے۔ بلاشبہ مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۵ء) بھی اس مطالبے پر پورا اترنے والوں میں ممتاز مقام و مرتبے کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر عطش دُرّانی نے بجا طور پر آپ کا ذکر ''انتقادی دبستان تحقیق'' کے اعلیٰ کرسی نشینوں میں کیا ہے۔ اس فہرست میں انھوں نے حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰ء۔۱۹۴۶ء)، ڈاکٹر سیّد عبداللہ (۱۹۰۶ء سے ۲۰۰۶ء)، قاضی عبدالودود (۱۸۹۶ء۔۱۹۸۴ء)، رشید حسن خان (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۶ء) اور خلیل الرحمٰن داؤدی جیسے فاضلانِ تحقیق کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں۔[۲]

مشفق خواجہ کے بارے میں درست کہا گیا ہے کہ: ''وہ اردو زبان کے قطب ہی نہیں بلکہ قطب نما بھی تھے''[۳]۔ انھیں صحیح معنوں میں ''علم کا پرستار اور ادب کا عاشق کہا جا سکتا ہے''[۴]۔ ان کے بارے میں اس رائے سے کسے اختلاف ہو سکتا ہے کہ: ''تحقیق ہو یا تدوین، صحافت ہو یا شاعری، طنز و مزاح کی گل کاریاں ہوں یا تنقید کی بساط، انھوں نے ہر جگہ اور ہر سطح پر اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ہے، جس صنف کو بھی اختیار کیا اس میں نمایاں خدمات سرانجام دیں''۔[۵]

مشفق خواجہ گوں ناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ اپنے علمی و ادبی انہماک کے ساتھ ساتھ بہت سی شخصی خوبیوں کے بھی جامع تھے۔ مثلاً جہاں وہ طلبہ و علماء کی بلاامتیاز ضرورتوں کو پورا کر کے خوشی محسوس کرتے تھے وہیں وہ نام و نمود سے بے نیازی بلکہ بیزاری کی حد تک نفور تھے۔ وہ اپنا ایک ایک لمحہ سوچ سمجھ کر مفید سے مفید تر کاموں میں صرف کیا کرتے تھے۔ اسی لیے ہر قسم کی تقریبات سے عموماً اور انجمن ستائش باہمی سے تو خصوصاً گریزاں رہا کرتے تھے۔ وہ شرافت و مُروّت اور حُسنِ اخلاق کا پیکر

کہے جاسکتے تھے۔تواضع اور انکسار ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔اگر چہ وہ ہنرمندی کی تعریف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے مگر ناپسندیدگی کے اظہار میں بھی کسی رورعایت کے قائل نہ تھے۔علمی وادبی خدمت انجام دینے والوں کی بلا استثناء حوصلہ افزائی اور ہر ممکن تعاون کرنا[۶] ان کا ایسا عمل تھا جس سے متعلقہ لوگوں کے ساتھ ساتھ خود علم وادب کو بھی بے شمار فوائد پہنچے۔

پروفیسر اسلوب احمد انصاری نے مشفق خواجہ کی شخصیت کے عناصر ترکیبی کو ممیز کرنے کے لیے، بجا طور پر جن تین عناصر: ''ملنساہٹ، سلامت روی (جس میں تحمل اور بردباری شامل ہے) اور سیر چشمی''[۷] کی نشان دہی کی ہے، اس سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو۔

الغرض انھی خوبیوں کے باعث ان کی منفرد شخصیت کے گرد ایک ایسا پرکشش اور غیر مرئی ہالہ بن گیا تھا جس کی وجہ سے لوگ درِ خواجہ پر کھنچے چلے آتے تھے۔یوں ان کے حلقۂ نیازمنداں میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا۔

(۲)

مشفق خواجہ سے راقم الحروف کی پہلی ملاقات ۱۹۸۹ء میں جلیل قدوائی مرحوم (۱۹۰۴ء۔۱۹۹۶ء) کے دولت کدے پر ہوئی تھی۔یہ اُس وقت کا قصہ ہے جب یہ ناچیز ایم اے اردو کا طالبِ علم تھا اور جلیل قدوائی پر اپنے مونوگراف[۸] کے سلسلے میں ان سے صلاح مشورے کے لیے حاضر ہوا تھا۔حُسنِ اتفاق سے وہاں مشفق خواجہ بھی تشریف فرما تھے جو حضرت جلیل قدوائی سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔چنانچہ دونوں مشاہیر سے صرف شرفِ نیاز ہی حاصل نہ ہوا بلکہ استفادے کا موقع بھی نصیب ہوگیا۔بس اُس دن سے لے کر آخر دم تک مذکورہ ہر دو شخصیات سے گاہ گاہ ربط وتعلق قائم رہا۔

مشفق خواجہ کی خردنوازی، شفقت ومحبت اور تشویق وترغیب نے مجھ ایسے کم علم وکم کوش کو بھی ادب کا ایک سنجیدہ طالب علم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔راقم الحروف نے تصحیحی تحقیق کے کچھ آداب آپ ہی سے سیکھے۔آپ نے میری بعض تحریروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد مجھے میری خامیوں سے آگاہ کیا، اس کے لیے راقم ان کا ہمیشہ شکر گزار رہے گا۔وہ لمحہ میرے لیے کتنا خوش کن ہوا کرتا تھا جب آپ حوصلہ افزائی کے لیے اپنے احباب سے اس ہیچ مدان کا تعارف کراتے تھے۔آپ کی مجلس علمی میں راقم کو جن شخصیات سے ملنے کا اتفاق ہوا، سرِ دست اُن میں: پروفیسر شجاع احمد زیبا، پروفیسر محمد اسلم

قریشی، پروفیسر شفقت رضوی، پروفیسر لطیف اللہ، جناب مشتاق احمد قریشی، اور جناب قاضی اختر جوناگڑھی وغیرہم کے نام یاد آرہے ہیں۔

مشفق خواجہ ایک وضع دار انسان تھے، یہ آپ کی وضع داری ہی تھی جو آپ راقم پر ہمیشہ مہربان رہے۔ یقیناً آپ کا یہ حُسنِ سلوک استاذی ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (۱۹۳۳ء۔۲۰۰۱ء) اور حضرت جلیلؔ قدوائی مرحوم کے پاسِ خاطر ہی سے تھا۔ چنانچہ مذکورہ ہر دو شخصیات کی وفات کے بعد بھی آپ کے مشفقانہ برتاؤ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ آپ نے راقم کو تحریک دی کہ چوں کہ: ''آپ کے پاس جلیلؔ قدوائی کی بعض نظر ثانی کردہ کتابیں ہیں وہ نیز اُن کے نام مشاہیر کے خطوط کا مجموعہ جلد از جلد مرتب کرلیں، میں انھیں ادارۂ یادگار غالب (کراچی) سے شایع کراؤں گا''۔

چنانچہ راقم نے تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے قدوائی مرحوم کی ایک اہم کتاب ''جگر و اصغر'' مدوّن کر کے پیش کردی۔ جسے آپ نے حسبِ وعدہ ادارۂ یادگار غالب (کراچی) سے شایع بھی کروادی۔

مشفق خواجہ ہی کے ایما پر راقم نے قدوائی مرحوم کی مزید تین کتابوں کو مُدوّن بھی کرلیا تھا کہ اسی اثنا میں آپ کا بلاوا آ گیا۔ جلیلؔ قدوائی نے بابائے اردو کی وفات پر جو مرثیہ کہا تھا اس کا یہ شعر مشفق خواجہ کے اُٹھ جانے پر بھی صادق آتا ہے:

نہیں ویراں ہوئی اک انجمن ہی
کہ سونی ہوگئی دنیائے اردو

(۳)

زیرِ نظر صفحات میں جلیلؔ قدوائی کے نام مشفق خواجہ مرحوم کے سولہ خطوط پیش کیے جا رہے ہیں۹۔ یہ محض رسمی خطوط نہیں ہیں بلکہ دو اہم ادبی دانشوروں کے مابین ہونے والے علمی و ادبی مکالمات کا ایک حصّہ ہیں۔

راقم الحروف کو ان خطوط کی اشاعت کی تحریک ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب سے ملی ہے۔ جنھوں نے ''مکاتیب مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی'' کے آغاز میں مشفق خواجہ سے قربت و محبت اور 'بابا آشنا بودٗ' کا دعویٰ رکھنے والے احباب اور دوستوں سے گزارش کی ہے کہ مرحوم سے ہماری محبت اور تعلق خاطر کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے نام اُن کے مکاتیب شایع کردیں۱۰۔ لہٰذا اسی مشورے پر عمل پیرا

ہوتے ہوئے راقم اگرچہ تاخیر ہی سے سہی مگر دیر آید درست آید کے مصداق اپنے نام تو نہیں، حضرت جلیل قدوائی کے نام کچھ خطوط کا متن مع توضیحات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مشفق خواجہ کے خطوط کی تعداد سولہ ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہ خطوط قدوائی مرحوم نے اپنے نام مشاہیر کے دیگر خطوط کے ذخیرے کے ساتھ ہی راقم کو عنایت کر دیے تھے۔ ان خطوں کی تعداد یقیناً اس سے زیادہ رہی ہوگی جو زیرِ نظر صفحات میں پیش کیے جا رہے ہیں لیکن راقم کے پاس مذکورہ تعداد میں ہی ہیں۔ ممکن ہے باقی ماندہ خطوط محفوظ نہ رہ سکے ہوں یا پھر قدوائی مرحوم نے مشفق خواجہ ہی کے سپرد کر دیے ہوں۔ بہر حال جو بھی صورت رہی ہو، راقم کے پاس محفوظ یہ امانت اب ادبی دنیا کے حوالے کی جا رہی ہے۔

یہ واضح رہے کہ پیش کردہ تمام خطوط کا متن احتیاط کے ساتھ اصل کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔ قابلِ توضیح مقامات پر مختصر حواشی تحریر کیے گئے ہیں۔ طرز املا تقریباً وہی ہے جو ان خطوں میں پایا جاتا ہے، مشفق خواجہ کی خطوط نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے بجا ارشاد فرمایا ہے کہ: ''مشفق خواجہ کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ ہیں۔ غالبؔ کی طرح صرف خطوط ہی سے، ان کی سوانح، بلکہ آپ بیتی بھی مرتب کی جاسکتی ہے''۔[11]

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا یہ فرمانا بھی بالکل درست ہے کہ: ''کسی شخص کے نام خواجہ صاحب کے خطوط ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سے خواجہ صاحب کے تعلقات کس سطح اور کس نوعیت کے تھے''۔[12] لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مشفق خواجہ اور جلیلؔ قدوائی کے تعلقات کی ''سطح اور نوعیّت'' کا جائزہ بھی لے لیا جائے۔

مذکورہ سلسلے میں سب سے پہلے تو القاب ہی کو دیکھنا چاہیے۔ موصوف نے جلیلؔ قدوائی کو مندرجہ ذیل القاب سے مخاطب کیا ہے:

- ☆ قبلۂ من
- ☆ میرے محترم قدوائی صاحب
- ☆ میرے محترم اور بہت ہی پیارے قدوائی صاحب

لیکن مشفق خواجہ نے اپنے اکثر خطوط میں جلیلؔ قدوائی کو ''قبلۂ من'' ہی تحریر کیا ہے۔

اسی طرح خط کے اختتامی فقرے: ''آپ کا خادم'' سے بھی مشفق خواجہ کی نیاز مندی اور ان کے جذبۂ احترام کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

چناں چہ جلیل قدوائی نے جب اپنے ایک خط میں ''قبلۂ من'' اور ''آپ کا خادم'' جیسے الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا تو دیکھیے انھیں مشفق خواجہ نے کس محبت اور اپنائیت کے ساتھ جواب دیا۔ ملاحظہ ہو:

> ''قبلۂ من' اور 'خادم' پر آپ کو کیا اعتراض ہے۔ کیا آپ کے علاوہ کوئی ایسا شخص ہے جسے میں 'قبلۂ من' لکھوں۔ اور جس کا خادم ہونے پر فخر کروں۔ آپ کو اندازہ نہیں میرے دل میں آپ کی کتنی محبت ہے اور کتنا احترام ہے۔ آپ کی یہ عالی ظرفی ہے کہ آپ مجھے اپنے برابر جگہ دیتے ہیں لیکن میں ہوں تو آپ کا خُرد''۔[۱۳]

اسی طرح جلیل قدوائی کے نام اپنے ایک اور خط میں مشفق خواجہ بڑے مزے سے بیان کرتے ہیں کہ:

> ''اُس روز آپ سے فون پر بات کر کے اور ڈانٹ کھا کے بے حد خوشی ہوئی۔ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا تو ہے''۔[۱۴]

ادبی پہلوؤں کے حوالے سے بھی ان خطوط کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر تحریر گنجینۂ معانی اور ادبیت کا شاہکار ہے۔ ہر مکتوب گویا ایسا نثر پارہ ہے جو دامنِ دل کو کھینچتا ہے اور قاری اسے ختم کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔

مشفق خواجہ کے خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ ان کی نثر کتنی شُستہ، رواں اور تصنع سے پاک ہے۔ وہ اپنا مافی الضمیر بڑی سلاست اور بے تکلفی سے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ اسی بے تکلفی میں اُن کے قلم سے ایسے ایسے فقرے ٹپک پڑتے ہیں جن کی طرفگی اور برجستگی پر پڑھنے والا نہ صرف خود لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ وہ اس لطف اندوزی میں اوروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے۔

مشفق خواجہ کے خطوط کی ایک اہم خوبی ان کی بذلہ سنجی بھی ہے جس سے تحریر کی شگفتگی دوچند ہو جاتی ہے۔ یہاں ایک مکتوب سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں:

> ''گرامی نامہ بخطِ مرموزہ موصول ہوا۔ کل کا سارا دن اس کوڈی کوڈ[۱۵] کرنے میں گزرا۔ ۰۰۰ آپ کے ناشر[۱۶] نے آپ کی کتاب[۱۷] کی اشاعت کے بعد اپنا تخلص 'خاکستر' رکھ لیا ہے۔ ۰۰۰ آپ نے وفاؤں اور جفاؤں والا جو شعر لکھا ہے مزے کا ہے، قصّہ یہ ہے کہ

آپ کے معیارِ وفا پر وہی پورا اُتر سکتا ہے جو جان ہتھیلی پر رکھنے کا فن جانتا ہو۔ میں ابھی کچھ دن زندہ رہ کر آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے یہ لکھا۔ 'میرے مطالبات کو سننے اور پورا کرنے والا آج دنیا میں آپ کے سوا کوئی نہیں'۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ دنوں بعد آپ کو یہ کہنا پڑے 'آج وہ ایک شخص بھی مطالبات سنتے سنتے جاں بحق ہو گیا''۔۱۸

اسی طرح جلیل قدوائی کے نام اپنے ایک اور خط میں مشفق خواجہ رقم طراز ہیں کہ:

''آج کل عمران صاحب ۱۹ تبلیغ کے شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اپنی عاقبت کے لیے کچھ کیجیے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کے اطوار یہی رہے تو مجھے آپ کی عاقبت کے بارے میں بھی کچھ کرنا پڑے گا''۔۲۰

مشفق خواجہ کے خطوط کی نمایاں خصوصیات میں خنداں زیرِ لب اور بے ساختگی کے ساتھ ساتھ ایک اہم وصف ان کی طنازی بھی ہے۔ لیکن اس طنازی کے پیچھے ان کی مقصدیت اور خلوص و دردمندی کے جذبات کو صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ ذیل کی ایک مثال سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہو جائے گی۔ آپ انجمن ترقیِ اردو، سے اپنے اور جلیل قدوائی کے دیرینہ تعلقِ خاطر کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''انجمن کی طرف سے جو چیک ملا ہے اس کی مٹھائی منگا کر کھا لیجیے۔ انجمن کا کوئی عمارت فنڈ نہیں ہے۔ میر تقی میر کے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ یہ عمارت غموں نے ڈھادی ہے۔

قدوائی صاحب! یہ انجمن وہ انجمن نہیں ہے جس میں آپ نے خونِ دل صرف کیا ہے ۲۱۔

اب تو یہ ایک یتیم خانہ ہے''۔۲۲

ان پیش کردہ چند مثالوں سے جہاں ان خطوط کی علمی و ادبی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے وہیں ان سے جلیل قدوائی ایسی تاریخی و تہذیبی شخصیت کے ساتھ مشفق خواجہ کے تعلقات کی سطح اور نوعیت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اب مشفق خواجہ کے خطوط بنام جلیل قدوائی کی فہرست ملاحظہ ہو:

خط نمبر	تاریخ تحریر	مقام
۱	۱۷ مئی ۱۹۸۹ء	کراچی

۲	۲۱رمئی ۱۹۸۹ء	کراچی
۳	۲۹رمئی ۱۹۸۹ء	کراچی
۴	۱۰رجولائی ۱۹۸۹ء	کراچی
۵	۲۴راگست ۱۹۹۰ء	کراچی
۶	۲راکتوبر ۱۹۹۳ء	کراچی
۷	۱۳رنومبر ۱۹۹۳ء	کراچی
۸	۲ردسمبر ۱۹۹۳ء	کراچی
۹	۸ردسمبر ۱۹۹۳ء	کراچی
۱۰	۱۳راپریل ۱۹۹۴ء	کراچی
۱۱	۱۱رمئی ۱۹۹۴ء	کراچی
۱۲	۱۳رفروری ۱۹۹۴ء	کراچی
۱۳	۹راکتوبر ۱۹۹۴ء	کراچی
۱۴	۲۰ردسمبر ۱۹۹۴ء	کراچی
۱۵	۳۰رمئی ۱۹۹۵ء	کراچی
۱۶	۲۷رمارچ ۱۹۹۵ء	کراچی

نوٹ: مشفق خواجہ اپنے خطوں کے شروع میں تاریخیں نہیں لکھا کرتے تھے بلکہ آخر میں اپنے نام کے نیچے درج کیا کرتے تھے۔ زیرِ نظر متون میں اسی روش کو برقرار رکھا گیا ہے۔

(۱)

۳۔ڈی، ۹/۲۶، ناظم آباد۔کراچی ۱۸۔

قبلۂ من۔سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ مل گیا۔معذرت خواہ ہوں کہ خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔اس خط کے ساتھ مندرجہ ذیل بھیج رہا ہوں۔

۱۔ بیگم چھتاری کے خطوں کے عکس۔اگر ان سے کام نہ نکلے تو آپ کا خط آنے پر اصل خطوط بھجوادوں گا۔

۲۔ مارننگ نیوز، پاکستان ٹائمز اور مشرق کے تبصروں کے تراشے۔
۳۔ Studies in Islam (دہلی) کے ایک مضمون کا عکس جس میں آپ کا ذکرِ خیر ہے۔

اب آپ کی باتوں کا جواب:

۱۔ رئیس امروہوی کے خطوط ان شاءاللہ جلد ہی 'غالب' میں شایع ہوں گے۔ یہ ادارۂ یادگارِ غالب کا شش ماہی جریدہ ہے۔
۲۔ چند اکابر[۲] کے نئے مضامین بھی کاتب کو بھیج دیے ہیں۔
۳۔ اقبال کا خط[۳] شایع ہونے والا ہے جونھی متعلقہ رسالہ ملا آپ کی خدمت میں ارسال کر دوں گا۔
۴۔ ''خاکستر پروانہ''[۴] پر قومی زبان میں تبصرہ جلد شایع ہو رہا ہے۔
۵۔ ''خیابان مسعود''[۵] سے متعلق کام کے بارے میں کل یا پرسوں لکھوں گا۔ باوجود تلاش کے یہ کتاب ہاتھ نہیں لگی کہیں اِدھر اُدھر ہو گئی ہے۔

کوئٹہ[۶] کی آب و ہوا نے آپ کی اور بیگم صاحبہ کی صحت پر خوشگوار اثر کیا ہوگا۔ خدا آپ دونوں کو صحت و شادمانی کی دولت سے مالا مال رکھے۔

آمنہ سلام لکھوا رہی ہیں۔ ہم دونوں کی طرف سے بیگم صاحبہ کی خدمت میں آداب عزیزی خالد کے لیے دعائیں۔

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۱۷۔۵۔۱۹۸۹ء

(۲)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

ایک خط رجسٹری سے بھجوا چکا ہوں۔ اُمید ہے ملا ہوگا۔ آج ''خیابان مسعود'' مل گئی۔ فادر بلیٹر کمیشن کے سامنے سر راس مسعود کی شہادت کو میں نے بغور دیکھا اس سے یہ پتا چلانا مشکل ہے کہ کمیشن کا سیکریٹری کون تھا۔ آپ نے اراکین کے جو نام حاشیے میں دیے ہیں ان میں سے ہر ایک نے راس مسعود سے سوالات کیے اور یہ ان کے ناموں سے ہیں سیکریٹری کی طرف سے جتنے بھی سوالات ہیں وہ کمیشن کے اراکین میں سے کسی کی طرف سے نہیں بلکہ وہ کوئی الگ شخص ہے لہٰذا میری

رائے میں اس شخص (Dr. R. Paranjpye) کوسیکریٹری نہیں کہا جا سکتا۔ جس کے سوال کے بعد کا سوال سیکریٹری کے نام سے ہے۔ آگے چل کر مرزا علی کے سوالوں کے بعد پھر سیکریٹری نے سوال کیے ہیں۔

بھوپال میں ایک صاحب ہیں ڈاکٹر اخلاق اثر۔ انھیں راس مسعود کے بہت سے کاغذات ممنون حسن خان صاحب سے ملے ہیں، ڈاکٹر اخلاق اثر ان کاغذات کو مرتب کر رہے ہیں۔ انھوں نے آپ کی تمام کتابیں راس مسعود سے متعلق طلب کی ہیں یہ میں انھیں بھجوا رہا ہوں۔ میں ۱۹۸۵ء میں جب بھوپال گیا تھا تو ممنون حسن خان صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ انھوں نے وہ مکانات (ریاض منزل، شیش محل) بھی دکھائے تھے جن میں علامہ اقبال نے قیام کیا تھا۔ اخلاق اثر سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ نوجوان آدمی ہیں۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ 'حیات مستعار' پر کام ہو رہا ہے اس کام کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیجیے۔

آمنہ سلام لکھوا رہی ہیں۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں ہم دونوں کا آداب

بخدمت گرامی محترم جلیل قدوائی صاحب

کوئٹہ

آپ کا خادم

مشفق خواجہ

۲۱۔۵۔۱۹۸۹ء

(۳)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

گرامی نامہ ملا۔ بیگم چھتاری کا خط بھیج رہا ہوں۔ چونکہ آپ کو اس کی فوری ضرورت ہے اس لیے تفصیلی خط بعد میں لکھوں گا جب بیگم چھتاری کے خط کی رسید موصول ہو جائے گی۔

پچھلے خط کے ساتھ میں نے اس خط کا عکس بھیجنے کا ارادہ کیا تھا تا کہ ڈاک کی گڑبڑ میں اصل خط گم نہ ہو جائے۔ لیکن لفافہ بند کرتے وقت عکس رکھنا بھول گیا۔ بہرحال اب اصل خط بھیج رہا ہوں۔

''قبلۂ من'' اور ''خادم'' پر آپ کو کیا اعتراض ہے۔ کیا آپ کے علاوہ کوئی ایسا شخص ہے جسے میں ''قبلۂ من'' لکھوں۔ اور جس کا خادم ہونے پر فخر کروں آپ کو اندازہ نہیں میرے دل میں آپ کی کتنی

محبت ہے اور کتنا احترام۔ آپ کی یہ عالی ظرفی ہے کہ آپ مجھے اپنے برابر جگہ دیتے ہیں لیکن میں ہوں تو آپ کا خرد۔ (عام املا کے مطابق ''خورد'')

چونکہ ڈاک کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ اس لیے رخصت چاہتا ہوں۔

آپ کا خادم
مشفق خواجہ

۲۹۔۵۔۱۹۸۹ء

میں نے رجسٹری خط کے بعد عام ڈاک سے بھی ایک خط بھیجا تھا۔ امید ہے ملا ہوگا۔ آپ نے میرے خط کے بارے میں لکھا ہے۔ 'تاریخ ندارد'۔ ایسا نہیں ہے میں اپنے نام کے نیچے تاریخ لکھتا ہوں۔

اکیڈمی آف لیٹرز کا ایک سوالنامہ بھی منسلک ہے اِسے پُر کر کے براہِ راست پوسٹ کر دیجیے۔

(۴)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

کراچی میں دس پندرہ روز ڈاک کی ہڑتال رہی۔ آپ کے خط مجھے ملے لیکن بہت تاخیر سے۔ پہلا خط ملتے ہی میں نے جواب لکھ دیا تھا۔ ممکن ہے یہ اب تک آپ کو مل چکا ہو۔ اور ممکن ہے ہڑتال کی وجہ سے ابھی کراچی کے جی پی او میں لاکھوں خطوں کے ڈھیروں میں دبا پڑا ہو۔ بہر حال میں نے آپ کے تمام سوالوں کے جواب لکھ بھیجے تھے۔ مسعود حسین خان والے معاملے میں عرض کیا تھا کہ سوسائٹی کا وہ مجلّہ دستیاب نہیں ہوا جس میں آپ نے کچھ لکھا تھا۔ اب میں نے دوبارہ اس مجلّے کو تلاش کیا۔ یقین کیجیے کئی گھنٹے صرف کیے۔ پھر چند ایک دوستوں سے بھی معلوم کیا ان کے پاس بھی نہیں ملا۔

''حیاتِ مستعار'' کا مسودہ بھجوا دیجیے۔ نقل نویسی کا کام شروع کرا دوں گا۔ ڈاکٹر وحید قریشی کو خط لکھا ہے کہ اقبال کے نوٹ کا عکس بنوا کر بھیج دیں۔ جونہی یہ ملے گا ارسالِ خدمت کر دوں گا۔

''خاکستر پروانہ'' کے چند نسخے بذریعہ رجسٹری کل روانہ کر دیے جائیں گے۔ رئیس امروہوی پر رسالہ ''غالب'' میں ایک گوشہ شایع کیا جا رہا ہے۔ آپ کے نام کے خطوط اس میں شامل ہوں گے۔ آپ کی رنگین تصویر تلاش کرنے میں کچھ وقت صرف ہوگا۔ خاکستر پروانہ پر قومی زبان میں تبصرہ جلدی

شایع ہوگا۔ تاکید کردی ہے، باقی کاموں کے سلسلے میں بھی مطمئن رہیں۔ آپ کے کاموں کی میں نے ایک فہرست بنالی ہے جو اپنے سامنے رکھتا ہوں۔

''سب رس'' میں میرا کون سا مضمون چھپا ہے؟ میں نے خواجہ شاہد کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے عالی صاحب کی کتاب ''حرفے چند'' کا دیباچہ نقل کیا ہے۔ سو عرض ہے کہ یہ دیباچہ ہے مضمون نہیں جو میں نے پچھلے سال لکھا تھا یہ کتاب پچھلے سال ہی انجمن سے شایع ہوئی ہے۔ خواجہ شاہد نے اسے میرے علم و اطلاع کے بغیر نقل کیا ہے۔

خدا کرے میرا یہ خط آپ تک پہنچ جائے۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں ہم دونوں کا آداب۔

بخدمت گرامی محترم جلیل قدوائی صاحب

آپ کا خادم

مشفق خواجہ

۱۰۔۷۔۱۹۸۹ء

(۵)

محترم و مکرم قدوائی صاحب۔ سلام مسنون

گرامی نامہ بخط مرموزہ موصول ہوا۔ کل کا سارا دن اس کوڈ کو ڈی کوڈ کرنے میں گزرا۔ شخصیات سے متعلق تراشے بھیج رہا ہوں۔ وصولی سے مطلع فرمائیے۔ خاکسترِ پروانہ کے ناشر کو کل فون کروں گا کہ آپ کو چھ نسخے رجسٹری سے پیش کردیے جائیں۔ آپ کے ناشر نے آپ کی کتاب کی اشاعت کے بعد اپنا تخلص ''خاکستر'' رکھ لیا ہے۔

حیات مستعار کی کتابت جاری ہے اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیے۔ آپ جب تشریف لائیں گے تو آپ کی کتابوں کی طباعت میں ہر ممکن مدد کروں گا۔ اس وقت تک تصویر بھی تلاش کر رکھوں گا۔

آپ نے وفاؤں اور جفاؤں والا جو شعر لکھا ہے، مزے کا ہے قصہ یہ ہے کہ آپ کے معیار وفا پر وہی پورا اُتر سکتا ہے جو جان ہتھیلی پر رکھنے کا فن جانتا ہو۔ میں ابھی کچھ دن زندہ رہ کر آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے یہ لکھا ہے۔ ''میرے مطالبات کو سننے اور پورا کرنے والا آج دنیا میں آپ کے سوا کوئی نہیں''۔ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ دنوں بعد آپ کو یہ کہنا پڑے''۔ آج وہ ایک شخص بھی مطالبات سنتے سنتے جاں بحق ہوگیا۔ خیر یہ تو مذاق کی باتیں ہیں۔ لیکن مجھے احساس ہے کہ میں

آپ کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو مجھے کرنی چاہیے تھی۔ان شاءاللہ آئندہ میری کوشش ہوگی کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرسکوں۔گو میں جانتا ہوں کہ آپ کو مطمئن کرنا محال ہے۔

خدا کرے آپ سب خیریت سے ہوں۔

بخدمت گرامی

الحاج جلیل احمد قدوائی بالقابہ ومدظلّہ

کوئٹہ

آپ کا خادم

مشفق خواجہ

۲۴۔۸۔۱۹۹۰ء

(۶)

قبلۂ من۔سلام مسنون

گرامی نامہ ملا۔اس عنایت کے لیے سراپا سپاس ہوں۔خوش ہوں کہ میں بھی ہوں تو کسی کی نگاہ میں۔اُمید ہے کہ جہلم کے پرسکون ماحول میں آپ اپنی یادوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے میں مصروف ہوں گے شاید آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں ''حیاتِ مستعار'' کی تکمیل کا کس قدر متمنی بلکہ آرزومند ہوں۔یہ کام کسی دوسرے کے بس کا نہیں۔کسی دوسرے نے ایسی متنوع زندگی کہاں گزاری ہے گزاری بھی ہو تو بیان کا ایسا سلیقہ کہاں سے آئے گا۔خدا کرے آپ جہلم سے جب واپس آئیں تو ''حیاتِ مستعار'' کا مکمل مسودہ آپ کے ہاتھ میں ہو۔اور میں فوراً اس کی اشاعت کا انتظام کروں۔

آپ کی کتاب[۱] کے جتنے نسخے میرے پاس تھے وہ سب تقسیم ہو گئے۔شان الحق حقی صاحب اور خواجہ حمید الدین شاہد صاحب کو بھی یہ کتاب پہنچا دی گئی ہے۔علی گڑھ یونی ورسٹی، لائبریری، انجمن ترقی اردو، دہلی اور کتاب خانۂ، خدا بخش پٹنہ میں بھی ایک ایک نسخہ پہنچ چکا ہے۔پچھلے دنوں کچھ اہم ہندوستانی ادیب یہاں آئے تھے (مثلاً علی جواد زیدی) انھیں بھی یہ کتاب پیش کر دی۔ایک نسخہ زہرہ نگار کو بھی دے دیا۔شجاع احمد زیبا بھی کل کتاب لے گئے۔میں نے آپ کی کتاب کو اندھے کی ریوڑیوں کی طرح نہیں بانٹا۔اُنھیں لوگوں کو دی ہے جو اس کے مستحق تھے۔نظیر صدیقی صاحب کو کتاب دے کر ہاتھ کے ہاتھ نہ صرف تبصرہ لکھوالیا بلکہ چھپوا بھی دیا۔کتاب پر پہلا تبصرہ ارسالِ خدمت ہے ہاں دو کتابیں ''العلم'' میں تبصرے کے لیے مصطفیٰ علی بریلوی کو بھی دے دی تھیں۔

میں نے ادیب سہیل صاحب[۲] کو ہدایت کر دی ہے کہ آپ کا مضمون[۳] کمپوز کرالیں۔یہ میں آپ کو بھیج دوں گا۔اس پر ایک نظر ڈال لیجیے گا۔عمران مسافر صاحب[۴] کا مالک رام کے بارے میں

جو نوٹ ہے، وہ بے ربط ہے۔ اس لائق نہیں ہے کہ آپ اسے اپنے مضمون میں شامل کریں۔ عمران صاحب سے میں اسے دوبارہ لکھواؤں گا۔ یہ انھیں کے نام سے الگ چھپنا چاہیے۔ ویسے انھوں نے مالک رام سے جو بیان منسوب کیا ہے (مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں) مجھے اس پر شبہ ہے۔ عمران صاحب، مالک رام سے اتنے قریب نہیں تھے کہ پہلی ملاقات ہی میں انھیں راز کی بات بتا دیتے۔ اور پھر لڑکیوں کے پنج وقتہ نمازی ہونے کی بات تو بالکل لغو ہے۔ عمران صاحب کہتے ہیں کہ مالک رام صاحب نے کہا ہے کہ وہ ریٹائر ہونے کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے، وہ ریٹائر ہونے کے بعد تقریباً ۳۰ برس تک زندہ رہے لیکن اس قسم کا کوئی اعلان نہیں کیا۔

اب میرے پاس آپ کی کتاب کا کوئی نسخہ نہیں رہا۔ ابوالخیر کشفی اور فرمان فتح پوری وغیرہ کو صوفی سے کتابیں لے کر بھجوادوں گا۔ صوفی نے کتاب کچھ دکانوں پر تقسیم کر دی ہے۔

زیبا صاحب اب کم کم آتے ہیں۔ جمعہ کے روز البتہ ضرور آتے ہیں ان کی ایک آنکھ کا آپریشن ہو گیا ہے اب دوسری آنکھ کا ہوگا۔ اس کے بعد ان کا ارادہ ہے کہ ہندوستان جائیں گے۔ ایک روز آپ کے ایس۔ ایس جعفری صاحب ۵ سے ملاقات ہوئی تھی۔ حیرت ہے اُنھوں نے مجھے پہچان لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک آدھ ملاقات ہی ہوئی تھی۔ انھوں نے پوچھا کہ میں نے قدوائی صاحب کے ذریعے مبارکباد بھیجی تھی کیا آپ کو میرا پیغام ملا۔ میں نے کہا۔ جی ہاں اس پر انھوں نے دوبارہ مبارکباد دی۔ جعفری صاحب نورالحسن جعفری صاحب کے گھر پر ملے تھے جہاں ایک تقریب تھی۔ موصوف پہیوں والی کرسی پر آئے تھے۔ اس حالت میں بھی وہ کتنے فعال ہیں۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر عرض کرتا ہوں کہ حیات مستعار کی تکمیل کی طرف ضرور توجہ دیجیے۔
بیگم صاحبہ کی خدمت میں آداب، عزیزی خالد سلمہٗ کے لیے دعائیں۔

بخدمت گرامی
الحاج جلیل احمد قدوائی بالقابہ مدظلہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۲۔۱۰۔۱۹۹۳ء

پس نوشت: میں دسمبر کے تیسرے ہفتے میں لاہور جاؤں گا پھر اسلام آباد کا پروگرام ہے اس دوران میں آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ اگلے خط میں اپنا فون نمبر ضرور لکھیے گا۔

قبلۂ من۔سلام مسنون

ایک خط اسی روز لکھا تھا جس روز آپ سے فون پر بات ہوئی تھی۔امید ہے۔ملا ہوگا۔گرامی نامہ مورخہ ۹رنومبر ابھی کچھ دیر پہلے ملا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کا وہاں دل نہیں لگے گا،لیکن آپ یہاں بھی ہوتے تو یہی عالم ہوتا! آپ پر بیگم صاحبہ کی دائمی مفارقت کا جو اثر ہے،اس سے رہائی ممکن نہیں۔اب تو اس غم کے ساتھ ہی آپ کو زندگی بسر کرنی ہوگی۔بیگم صاحبہ مرحومہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بہترین نعمت سے نوازا تھا، اب آپ ان کی یاد کو اس نعمت کا بدل تصور فرمایئے۔مرحومہ نے اپنے پیچھے کتنی لائق اور سعادت مند اولاد چھوڑی ہے وہ سب مرحومہ کی شخصیت ہی کے جیتے جاگتے نمونے ہیں۔اس لیے میں یہ کہوں گا کہ مرحومہ جدا نہیں ہوئیں۔آپ کے قرب وجوار میں موجود ہیں۔آپ یہ کہہ سکتے ہیں:

؎ دل جس کو تلاش کر رہا ہے
وہ مجھ سے جدا ہی کب ہوا ہے

میں نے پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ مالک رام والے مضمون کی طرف سے اطمینان رکھیے۔یہ آپ کی ہدایات کے مطابق شایع ہوگا۔انشاءاللہ کوئی غلطی نہیں ہوگی۔آخری پروف میں خود دیکھوں گا۔

جنگ اور نوائے وقت والوں سے میں نے بات کی ہے جنگ والوں نے تو جلد تبصرہ چھاپنے کا وعدہ کیا ہے۔نوائے وقت والوں نے کہا ہے کہ تبصرہ نگار جب تبصرہ بھیج دے گا تو پھر وہ بتا سکیں گے کہ کب چھاپیں گے۔حکیم محمد سعید صاحب کا تبصرہ میں جلد ہی کسی رسالے میں چھپوادوں گا۔''العلم'' اور ''سب رس'' میں بھی تبصرے جلد ہی چھپیں گے۔ان سے بھی بات ہوگئی ہے۔

زیبا صاحب کی طبیعت ناساز ہے پہلے وہ روز آتے تھے اب جمعے کے جمعے آتے ہیں کل جمعے کا بھی انھوں نے ناغہ کیا تھا۔ڈاکٹر آفتاب احمد آج کل ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔آج میں ان کے نام آپ کی کتاب پوسٹ کر رہا ہوں اور انھیں خط لکھ رہا ہوں کہ اس کی وصولی کی اطلاع آپ کو براہِ راست دیں۔قومی زبان کے جس شمارے میں نظیر صدیقی کا تبصرہ شایع ہوا ہے وہ انجمن کی طرف سے

بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے بعد کے بھی دو شمارے اس کے ساتھ ہوں گے۔ آیندہ یہ رسالہ آپ کو جہلم کے پتے پر ملتا رہے گا۔

آپ سے جو کاغذات میں لے کر آیا ہوں ان کو تھوڑے تھوڑے کر کے چھانٹ رہا ہوں اور الگ الگ فائلوں میں رکھ رہا ہوں۔ اب تک جتنی کام کی چیزیں نظر سے گزری ہیں وہ آپ چھپوا چکے ہیں۔ صرف چغتائی کے خطوط کا بڑا حصّہ غیر مطبوعہ ہے۔ اور وہ بھی بڑی حد تک کاروباری ہیں۔ مکمل طور پر ان کاغذات کو دیکھ لوں تو عرض کروں گا کہ ان میں غیر مطبوعہ کام کی چیزیں کتنی ہیں اور کیا کیا۔

آپ کی آنکھوں کی اب کیا کیفیت ہے؟ پہلے خط میں آپ نے لکھا تھا کہ آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے۔ دوسرے خط میں ایسی کوئی بات نہیں لکھی، اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور آپ ''حیاتِ مستعار'' کے لکھنے کی طرف توجہ فرمائیں۔ آنکھوں پر آپ کے حسبِ حال ایک شعر یاد آ گیا ہے سن لیجیے:

؎ تجھ بن آنکھوں کا اب یہ حال ہوا
دیکھوں سب کچھ نہ کچھ دکھائی دے!

آپ سے فون پر جو گفتگو ہوئی تھی، اس کا کچھ حصہ فون کی خرابی کی وجہ سے سننے میں نہیں آیا، آپ نے فرمایا تھا کہ جہلم میں کسی صاحب سے ملاقات رہتی ہے۔ ان کا نام نہیں میں سن پایا۔

آمنہ آپ کو بہت بہت سلام لکھوا رہی ہیں۔ دسمبر جنوری میں ہم دونوں لاہور جائیں گے کوشش ہوگی کہ کچھ وقت نکال کر کم از کم ایک پورا دن آپ کے ساتھ گزاریں آپ اگلے خط میں اپنا فون نمبر ضرور لکھیے۔ تاکہ ضرورت ہو تو فون پر بھی رابطہ کیا جا سکے۔

عزیزی خالد سلمہٗ ان کی بیگم بچوں کے لیے دعائیں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۱۳-۱۱-۱۹۹۳ء

(۸)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

تقریباً دو ہفتے قبل ایک خط لکھا تھا۔ اُمید ہے ملا ہوگا۔ ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب کو آپ کی کتاب بھجوا دی تھی اُن کا وصولی کا خط آ گیا ہے۔ انھوں نے آپ کو بھی لکھا ہے۔ اُمید ہے ملا ہوگا۔

''قومی زبان'' کے دسمبر کے شمارے میں آپ کی کتاب پر تبصرہ شایع ہوا ہے اس کا تراشہ منسلک ہے۔ آپ کی طبیعت اب کیسی رہتی ہے؟ آنکھوں کا کیا حال ہے؟

حکیم محمد سعید صاحب کے تبصرے کے متعلق اُن کے معاون مسعود احمد برکاتی صاحب سے بات ہوئی تھی میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ حکیم صاحب کا تبصرہ اپنے ہی کسی رسالے (مثلاً ہمدرد صحت) میں چھاپ دیں انھوں نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ برکاتی صاحب بتا رہے تھے کہ ہمدرد کی طرف سے آپ کی کتاب کے تقریباً ۲۵ نسخے خریدے جائیں گے میں نے پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ اپنا ٹیلی فون نمبر لکھیے۔ میں دسمبر کے آخر یا جنوری کے شروع میں اسلام آباد جاؤں گا اور وہاں سے جہلم پہنچ کر آپ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کروں گا۔

اسلام آباد میں میرا قیام بہت مختصر عرصے کے لیے ہوگا، اس میں سے دو تین گھنٹے آپ کی نذر کروں گا۔ آمنہ سلام لکھوا رہی ہیں۔

عزیزی خالد سلمہٗ اور دیگر اہلِ خانہ کے لیے دعائیں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیلؔ قدوائی صاحب مدظلہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۲-۱۲-۱۹۹۳ء

(۹)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۴؍دسمبر ابھی کچھ دیر پہلے موصول ہوا۔ اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ نے جو حالات لکھے ہیں، ان سے تشویش ہوئی کیوں کہ پہلے کبھی آپ نے ایسی بات نہیں کہی۔ ''یہ حالت میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی جاتی ہے''۔ میرے خیال میں یہ صورتِ حال خرابی صحت سے زیادہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات کی پیدا کردہ ہیں اس کا ایک علاج میری سمجھ میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بیگم صاحبہ سے متعلق اپنی یادداشتوں کو محفوظ کر دیں اگر لکھنے میں دقت ہو تو ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ کرا دیجیے۔ اس سے آپ کی طبیعت بھی بہلے گی اور آپ کی صحت پر بھی خوشگوار اثر ہوگا۔ ہم دونوں آپ کی صحت یابی کے لیے دست بہ دعا رہتے ہیں۔

میں ۲۱رد سمبر کو لاہور جاؤں گا وہاں ۲۱ سے ۲۶ دسمبر تک شادیاں ہیں جن میں شرکت ضروری ہے۔اس لیے ۲۴ سے پہلے جہلم تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ میں نے آپ کا لاہور کا پتا اور ٹیلی فون نمبر نوٹ کرلیا ہے۔ انشاءاللہ لاہور میں آپ سے ملاقات ہوگی۔

''سب رس'' میں تبصرہ شایع ہوگیا ہے۔اس کا فوٹو اسٹیٹ منسلک ہے۔ باقی اخبارات ورسائل کو یاددہانی کراتا رہتا ہوں۔حکیم صاحب کا تبصرہ مسعود احمد برکاتی صاحب کو بھجوادیا تھا۔کل اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ برکاتی صاحب پر شدید حملۂ قلب ہوا ہے۔ بے حد افسوس ہوا۔خدا اُن کو صحت دے۔ بہت اچھے آدمی ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ بیگم صاحبہ کی تعزیت کے لیے آپ کے ہاں حاضر ہونا چاہتے تھے،مگر اس وقت تک آپ جہلم واپس جاچکے تھے۔

آپ نے اپنی کتاب میں شایع شدہ ''اسٹیٹسمین'' کلکتہ کے ایک شذرے کا عکس طلب فرمایا ہے۔اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔مجنوں والے شعر میں لفظ ''دیوان'' ہی ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شبلی کا حوالہ بھی دیا تھا کہ انھوں نے ایک جگہ یہ شعر لکھا ہے اور اس میں لفظ ''دیوان'' ہی ہے ابھی میں نے غیاث اللغات اور Steingass کی لغت دیکھی ان دونوں نے ''دیوان'' کے ایک معنی ''دربار'' بھی لکھے ہیں غیاث اللغات میں یہ بھی لکھا ہے 'جائے جمع شدنِ مردم'۔ ممکن، ہے ان معنوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شاعر نے اس لفظ کو مکتب کے معنوں میں استعمال کیا ہو۔

آنکھوں کے حوالے سے آپ نے اصغر کا شعر خوب لکھا ہے۔ناصر کاظمی نے بھی ایک شعر بہت اچھا کہا ہے:

؎ شعاع حسن ترے حسن کو چھپاتی تھی
وہ روشنی تھی کہ صورت نظر نہ آتی تھی

مکتبۂ دانیال والے تو شاید کتابوں کا اسٹاک اپنے پاس نہ رکھیں میں کسی اور ادارے سے بات کرکے دیکھتا ہوں لاہور میں بھی کسی ادارے سے بات کروں گا۔

میں نے ہاتھ روک کر بخطِ جلی لکھا ہے تا کہ آپ کو پڑھنے میں دقّت نہ ہو۔آپ یہاں تھے تو یہ اطمینان رہتا تھا جب چاہوں گا مل لوں گا، اور اب یہ حال ہے کہ بقول غالب ''آشتیِ چشم و گوش'' ہے لیکن اس دوری کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ آپ کے خطوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے آپ نے اب تک مجھے

جتنے بھی خط لکھے ہیں، وہ سب میرے پاس محفوظ ہیں۔ اچھی خاصی ضخامت کا ایک مجموعہ شایع ہو سکتا ہے، ان شاءاللہ شایع کروں گا۔

خدا کرے آپ سب خیریت سے ہوں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلّہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۸۔۱۲۔۱۹۹۳ء

(۱۰)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

آپ کے ساتھ جو چند لمحے جہلم میں گزرے، ان کی یاد ہنوز ذہن میں تازہ ہے۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ کراچی چھوڑ کر جہلم کی خوب صورت فضا میں سانس لے رہے ہیں اور کراچی کی ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ ہیں۔ جناب سعید جعفری صاحب کو کئی مرتبہ فون کیا، بات نہ ہو سکی۔ کل وہ مل گئے تو تفصیل سے فون پر بات ہوئی۔ وہ اس سے متفق ہیں کہ فی الحال سوسائٹی کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا جائے۔ ایک آدھ سال بعد جب آپ کراچی تشریف لائیں تو یہ مسئلہ حل کر لیا جائے۔ ویسے انھیں ان دونوں باتوں سے اتفاق ہے کہ سوسائٹی، ایجوکیشنل کانفرنس میں ضم کر دی جائے یا شاہ انجم کے حوالے کر دی جائے۔

شجاع احمد زیبا صاحب ہندوستان سے آ گئے ہیں، بیمار ہیں پچھلے ہفتے انھوں نے آنکھ کا آپریشن کرایا تھا۔ فی الحال گھر پر آرام کر رہے ہیں۔ اُن سے مفصّل ملاقات نہیں ہوئی، وہ صحت یاب ہو جائیں تو تفصیلی ملاقات کروں گا، فون پر بات ہوتی رہتی ہے۔ مزاج پرسی کی حد تک۔ وہ آپ کو سلام لکھوا رہے ہیں۔

قومی زبان کے چند شمارے آپ کو بذریعہ رجسٹری بھیجے جا چکے ہیں۔ ان میں مالک رام نمبر بھی ہے۔ اسلام آباد میں اکادمی ادبیات کے ڈائریکٹر جنرل افتخار عارف سے میں نے کہا تھا کہ وہ اکادمی کی طرف سے آپ کے ساتھ ایک شام منائیں اور اسلام آباد کے ادیبوں سے آپ کو ملوائیں۔ وہ اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کریں گے۔ آپ انکار نہ کیجیے گا۔ اچھا ہے اس طرح کچھ وقت آپ کا ادیبوں کے ساتھ گزر جائے گا۔ اس سلسے میں، میں نے ڈاکٹر جمیل جالبی اور سیّد ضمیر جعفری کو بھی خطوط لکھے ہیں کہ جب اکادمی آپ کے ساتھ شام منائے تو یہ دونوں اس میں اظہارِ خیال کریں۔

جو رسالے کراچی میں آپ کے نام آتے تھے ان سب کے دفاتر میں فون کر کے میں نے آپ کا جہلم کا پتا لکھوا دیا ہے۔ اب یہ پرچے آپ کو جہلم کے پتے پر ملا کریں گے۔

شاہ انجم کو اگر آپ خط لکھیں تو ان سے کہیں کہ جب وہ کراچی آئیں تو مجھ سے مل لیں۔ میں انھیں ان کی مطلوبہ تحریر مہیا کر دوں گا، میں نے سنا ہے وہ کراچی آتے رہتے ہیں۔

جہلم میں آپ کے دولت خانے پر جو تصویریں اُتاری تھیں بہت اچھی آئی ہیں۔ آپ کے لیے پرنٹ بننے کو دے دیے ہیں، اگلے خط کے ساتھ روانہ کر دوں گا۔

میرے ساتھ ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور ڈاکٹر سلطانہ بخش آپ سے ملے تھے۔ یہ دونوں آپ سے بے حد متاثر ہیں یہ دونوں آپ سے گاہے گاہے رابطہ رکھیں گے۔ ڈاکٹر سلطانہ بخش بہت قابل خاتون ہیں اور کئی کتابوں کی مصنّف۔ یہ پاکستان کی واحد خاتون ہیں جنھیں تحقیق سے دلچسپی ہے۔

آمنہ سلام لکھوا رہی ہیں۔ ہم دونوں کی طرف سے خالد سلّمہٗ اور ان کی دُلھن کے لیے دعائیں۔

بخدمت گرامی	آپ کا خادم
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلّہ	مشفق خواجہ
جہلم	۱۳۔۴۔۱۹۹۴ء

اگلے خط میں اپنا ٹیلی فون نمبر تحریر فرمائیے۔

(۱۱)

قبلۂ من۔ سلامِ مسنون

اب کے کراچی میں جو ہنگامے ہوئے، وہ سابقہ تمام ہنگاموں سے بڑھ گئے۔ میرے گھر کے آس پاس کئی دن تک گولیاں اس طرح چلتی رہیں جیسے شبِ برأت کے پٹاخے۔ نظامِ زندگی مکمل طور پر معطّل ہو کر رہ گیا۔ ڈاک خانے اور بینک بھی کئی دن تک بند رہے۔ اسی وجہ سے خط نہ لکھ سکا۔

زیبا صاحب کو آپ کا خط مل گیا تھا۔ انھوں نے ایجوکیشنل کانفرنس کے مصطفیٰ علی بریلوی صاحب سے بات کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ مجلس انتظامیہ کے دیگر اراکین سے گفتگو کر کے حتمی جواب دیں گے اس کے لیے انھوں نے پندرہ روز کا وقت مانگا ہے۔

شاہ انجم کا خط آیا تھا وہ ایک دو دن میں مجھ سے ملنے آئیں گے۔ ان سے بھی بات کروں گا کہ وہ سوسائٹی کو کس طرح سنبھال سکتے ہیں۔

پچھلے دنوں کراچی یونیورسٹی کے سابق طلبہ نے ایک شاندار تقریب منعقد کی تھی جس میں چالیس سے زیادہ بزرگ شعرأ کو ''نشانِ سپاس'' دیے گئے جس کے ساتھ پانچ ہزار روپے کی رقم بھی تھی۔ آپ جہلم میں تھے اور زیبا صاحب ہندوستان میں لہٰذا آپ دونوں کی شیلڈ اور رقوم میں نے منگوالیں تاکہ غتربود نہ ہو جائیں۔ زیبا صاحب تو شیلڈ مع رقم لے گئے۔ آپ کی دونوں چیزیں میرے پاس ہیں۔ پچھلے دنوں جمیل جالبی صاحب یہاں آئے تھے۔ تو ان سے طے ہوا تھا کہ وہ یہ چیزیں لے جائیں گے اور جہلم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کر دیں گے، لیکن ان سے ملاقات کا جو وقت طے ہوا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے ہی ہنگامے شروع ہو گئے۔ اور میں ان سے ملاقات نہ کر سکا۔ اب آپ فرمائیں کہ یہ دونوں چیزیں کس طرح آپ کو پیش کی جائیں رقم کا چیک بھیج دوں یا کراچی میں آپ کے اکاؤنٹ میں جمع کرادوں۔ جیسے آپ فرمائیں گے اسی کے مطابق عمل کروں گا۔ اس تقریب کی مناسبت سے جو مجلّہ چھپا ہے اس کا ایک نسخہ بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ ہی ''قومی زبان'' کے مالک رام نمبر کا ایک نسخہ ہے۔ سلیم احمد مرحوم کا مجموعۂ کلام آپ نے طلب فرمایا تھا یہ بھی بھیج رہا ہوں۔ یہاں سے ایک ''مجلّہ بدایوں'' نکلتا ہے اس کا خاص نمبر شایع ہوا ہے یہ ایک اچھا رسالہ ہے۔ خاص نمبر پیش کر رہا ہوں۔ اس میں ص ۱۱۵ پر میرا ایک خط چھپا ہے اس کے شروع اور آخر کے چند اُمور آپ کی دلچسپی کے ہیں۔ تصویریں بھی اسی پیکٹ میں رکھ دی ہیں۔

آمنہ سلام لکھوا رہی ہیں۔ خالد سلمہٗ اور ان کی دلھن اور بچے کے لیے دعائیں۔

خدا کرے آپ سب خیریت سے ہوں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۱۱۔۵۔۱۹۹۴ء

(۱۲)

قبلۂ من۔ سلامِ مسنون

گزشتہ جمعہ کو آپ سے فون پر بات ہونے کے بعد میں نے ایجوکیشنل کانفرنس کے سیّد مصطفیٰ علی بریلوی صاحب سے رابطہ کیا اور ان کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ راس مسعود سوسائٹی کو ایجوکیشنل کانفرنس میں ضم کر دیا جائے تو کیسا رہے گا؟ انھیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ وہ اس

وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک کہ شجاع احمد زیبا صاحب ہندوستان سے واپس نہ آ جائیں۔ وہ ایجوکیشنل کانفرنس کے جنرل سیکریٹری ہیں۔ میری رائے میں بھی یہی مناسب ہے کہ ہمیں زیبا صاحب کی واپسی کا انتظار کر لینا چاہیے۔ وہ تین مہینے کے ویزے پر ہندوستان گئے ہیں۔ ۱۴ر مارچ تک وہ لازماً واپس آ جائیں گے۔ میں نے بریلوی صاحب سے یہ بھی کہا ہے کہ سوسائٹی کے لیے انھیں کوئی زیادہ پریشانی نہیں اٹھانی پڑے گی۔ سال میں ایک آدھ کتاب سوسائٹی کے نام سے چھاپتے رہیں تاکہ یہ نام بھی چلتا رہے۔

آپ نے جو حالات بیان فرمائے ہیں ان میں آپ کا کراچی میں قیام ممکن نہیں ہے اور سوسائٹی کا کام کراچی میں رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن اب آپ کی صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ پہلے کی طرح مستعدی سے کام کر سکیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ سوسائٹی کو کسی دوسرے فعّال ادارے کے حوالے کر دیا جائے۔ ایجوکیشنل کانفرنس اور سوسائٹی کے اغراض و مقاصد تقریباً یکساں ہیں۔ اس لیے میری رائے میں سوسائٹی کو کانفرنس میں ضم کر دینا ہی مناسب ہوگا۔ سوسائٹی کی مطبوعات کا اسٹاک بھی غیر محفوظ جگہ رکھا ہے، یہ ایجوکیشنل کانفرنس کے حوالے کیا جائے گا تو اس کی فروخت کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

آپ فی الحال سوسائٹی کے مسئلے پر زیادہ پریشان نہ ہوں، آپ نے جس بے لوث طریقے سے اس ادارے کو چلایا ہے، اس طرح کوئی دوسرا نہیں چلا سکتا مگر آپ کا کام کسی نہ کسی سطح پر جاری رہے گا، اور ایجوکیشنل کانفرنس والے، مجھے یقین ہے کہ آپ کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

بینائی کے مسئلے کی وجہ سے زیادہ پڑھنے لکھنے کا کام تو آپ نہیں کر رہے ہوں گے مگر آپ کا ذہن پوری طرح مستعد اور تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہے، اس کام کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کے لیے میری تجویز پر عمل کرنا شروع کر دیجیے۔ یعنی اپنی یادداشتیں ٹیپ پر ریکارڈ کرتے رہیے روزانہ کا یہ معمول بنا لیجیے کہ کم از کم دو گھنٹے ٹیپ ریکارڈ کے سامنے بیٹھ کر ''حیاتِ مستعار'' کا ''مسالہ'' محفوظ کر دیجیے بعد میں اس کو Transcribe کر لیا جائے۔ اس کام کے لیے کوئی معاون جہلم میں باآسانی مل سکتا ہے۔

۲۳ر مارچ کو اعزازات کی تقسیم کے موقع پر اسلام آباد جاؤں گا۔ وہاں سے جہلم قریب ہی ہے انشاء اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔عزیزی خالد سلمہٗ اوران کی بیگم اور بچوں کے لیے ہم دونوں کی طرف سے دعائیں۔آمنہ آپ کو سلام لکھوارہی ہیں۔

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۱۳۔۲۔۱۹۹۴ء

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلہ
جہلم

(۱۴)

میرے محترم قدوائی صاحب۔سلامِ مسنون

گرامی نامہ ملا،محدّب شیشے کی مدد سے پڑھا اور آپ کی باتوں کو شیشۂ دل میں اتارلیا۔آپ حسبِ عادت ہر بات کو ایک مسئلہ بنالیتے ہیں۔شاہ انجم سے یہ طے ہوگیا تھا کہ وہ میرے ہاں آئیں گے۔رسالہ اقبال کے تمام شمارے ایک جگہ رکھے ہیں۔انھیں دیکھ کر مطلوبہ شمارہ نکال لیں گے۔وہ خود ہی بہت تاخیر سے آئے۔کئی گھنٹوں تک رسالوں کو دیکھتے رہے۔انھیں مطلوبہ شمارہ نہیں ملا۔حالاں کہ وہ لازماً موجود ہے۔مگران کی دیدہ وری پردۂ حائل بن گئی اور وہ بے نیلِ مرام چلے گئے، میں نے بہ اصرار اُن سے کہا کہ وہ غور سے رسالوں کو دیکھیں۔بہرحال اب میں نے لاہور خط لکھا ہے دوچار روز میں عکس آجائے گا۔میرے لیے عملاً ناممکن ہے کہ سیکڑوں رسالوں میں سے مطلوبہ رسالہ خود نکال سکوں۔اس لیے یہی آسان نظر آیا کہ لاہور سے عکس منگوالوں۔لہٰذا آپ مطمئن رہیں شاہ انجم کو مطلوبہ خط مل جائے گا اوران کا مضمون چھپ جائے گا۔

''مسافر صاحب'' کا پورا نام عمران بخت ہے وہ ہر منگل کو میرے ہاں آتے ہیں ان کا پتا مجھے معلوم نہیں۔میں ان سے کہہ دوں گا کہ آپ کو''دائرے'' کا وہ شمارہ بھیج دیں جس میں آپ کی آپ بیتی چھپی ہے اِدہ کل آئیں گے تو ان سے ان کا پتا بھی لے لوں گا بلکہ یہ کہوں گا کہ وہ فوراً رسالہ آپ کو بھیجیں اور خط بھی لکھیں۔مسافر صاحب بہت اچھے آدمی ہیں کتابوں اور رسالوں کے بڑے''حریص'' ہیں جس طرح بچے دوسروں کے کھلونوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں؟ یہ اسی طرح دوسروں کی کتابیں دیکھتے ہیں اس کے ساتھ فراخ دل بھی ہیں اگر کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو فوراً لے آتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے پیش کردیتے ہیں۔

اچھا ہوا کہ آپ نے اکادمی۲کو گرانٹ ختم کرنے کے لیے خط لکھ دیا ہے گویا وہ شاخ ہی نہیں رہے گی جس پر آشیانہ تھا اکادمی کی طرف سے آپ نے جتنا اور جیسا کام کر دیا ہے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ ''حیاتِ مستعار'' میں اکادمی۳پر ایک باب لکھ کر اس قصے کو بھی ختم کر دیجیے۔

انجمن کی طرف سے جو چیک ملا ہے اس کی مٹھائی منگا کر کھا لیجیے۔ انجمن کا کوئی عمارت فنڈ نہیں ہے میر تقی میر کے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ یہ عمارت غموں نے ڈھادی ہے۔

قدوائی صاحب! یہ انجمن وہ انجمن نہیں ہے جس میں آپ نے خونِ دل صرف کیا ہے؟ اب تو یہ ایک یتیم خانہ ہے۔

اجی قبلہ! آپ کے کون سے سوالات کے جوابات مجھ پر واجب ہیں؟ مجھے یاد نہیں کہ آپ کا کوئی سوال بے جواب رہ گیا ہو۔ سارے سوال اکیڈمی سے متعلق تھے۔ سو اب آپ اکیڈمی کو بھی بھول جایئے اور اپنا سارا وقت ''حیاتِ مستعار'' کی تکمیل میں صرف کیجیے جس خوبصورت ماحول میں آپ رہتے ہیں اور جس طرح عزیزی خالد اور ان کی بیگم آپ [کی] دیکھ بھال کر رہے ہیں اس کے بعد بھی آپ ''حیاتِ مستعار'' کو مکمل نہ کریں تو یہ کفرانِ نعمت ہے۔ سعادت مند اولاد دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ نعمت آپ کو حاصل ہے۔

میرا ارادہ ہے کہ دسمبر میں لاہور جاؤں گا۔ اگر موقع ملا تو آپ کے زیارت کے لیے جہلم کا رُخ بھی کروں گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک ہفتہ وار اخبار میں کالم لکھتا ہوں پچھلے دنوں ڈاکٹر عالیہ امام کی ایک کتاب پر کالم ہے۔ آپ کی تفریح طبع کے لیے اس کا عکس بھیج رہا ہوں۔ خدا آپ کو صحت رکھے اور خوش وخرم بھی۔ تاکہ آپ ''حیاتِ مستعار'' کو جلد از جلد مکمل کر لیں۔

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۹۔۱۰۔۱۹۹۴ء

(۱۴)

میرے محترم اور بہت ہی پیارے قدوائی صاحب۔ سلام مسنون

ابھی کچھ دیر پہلے آپ کا گرامی نامہ ملا۔ بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے آنکھوں اور ہاتھوں کی کمزوری کے باوجود اتنا طویل اور ایسا خوب صورت خط لکھا۔ اس خط کو پڑھ کر جی چاہا کہ فوراً آپ کی

خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور خط کا زبانی جواب پیش کروں۔ لیکن حالات ایسے ہیں کہ کراچی سے تو کیا گھر سے باہر نکلنا بھی ممکن نہیں رہا۔ یہ کراچی جس میں آپ نے اور میں نے زندگی کے بہترین دن گزارے ہیں اب میں یہاں بدترین دن گزار رہا ہوں ہر وقت گولیوں کی روح فرسا آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اگر سودا یہاں ہوتے تو وہ ایک نیا شہر آشوب لکھتے۔ دعا فرمایئے کہ یہ شہر، امن کا شہر ہو جائے۔ اس وقت بھی جب میں یہ خط لکھ رہا ہوں، قریب ہی سے گولیاں چلنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

آپ کے گرامی نامے کا جواب میں نے اسی وقت دے دیا تھا، ممکن ہے کہ شہر کے ہنگاموں کی وجہ سے وہ ضائع ہو گیا ہو۔ ڈاک آٹھویں دسویں روز آتی ہے اس میں بعض خط اس شکایت کے بھی ہوتے ہیں کہ میں نے جواب نہیں لکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والی ڈاک بھی ضائع ہو جاتی ہے خدا کرے میرا یہ خط آپ کو مل جائے۔

آپ نے جب ڈاکٹر مختار الدین احمد کے نام کا خط بھیجا تھا، اس وقت تک ہندوستان سے ڈاک کا سلسلہ بند تھا۔ طاعون کی وجہ سے دو ماہ تک یہ سلسلہ معطل رہا۔ جونہی ڈاک کھلی میں نے آپ کا خط پوسٹ کر دیا۔ اُمید ہے کہ اب تک ڈاکٹر صاحب کو مل چکا ہو گا۔

شاہ انجم کبھی کبھار آتے رہتے ہیں ان کو میں نے علامہ اقبال کی رائے دے دی تھی۔ ان کا مضمون[۱] میں نے دیکھا یہ مجھے پسند نہیں آیا۔ کیونکہ انھوں نے اندازِ بیان نہایت جارحانہ اختیار کیا ہے۔ دوسرے بہت سے غیر ضروری مباحث چھیڑے ہیں میں نے ان کو سمجھایا ہے کہ وہ اسے از سرِ نو لکھیں۔ اور سنجیدہ پیرایہ اختیار کریں۔ میں نے انھیں یہ بھی بتایا کہ مرتب کتاب نے جو غلطیاں کی ہیں ان کی تصحیح کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مرتب کتاب نے قدوائی صاحب کی خدمات کا برملا اعتراف کیا ہے اور انھیں اپنے انتخاب میں جگہ دی ہے۔ شاہ انجم نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مضمون پر نظر ثانی کریں گے۔

کراچی کے حالات کی وجہ سے مسافر صاحب آج کل نہیں آ رہے۔ اُن کے ہاں فون نہیں ہے۔ اس لیے میں رابطہ نہیں کر سکا۔ جونہی رابطہ ہو گا ان سے آپ کی آپ بیتی والا رسالہ (دائرہ) حاصل کر کے بھجوا دوں گا۔ ہاشمی فرید آبادی والا مقدمہ[۲] بھی تلاش کر رہا ہوں۔ آپ یقین کیجیے کئی مرتبہ اس مقصد سے یوسف بخاری کے کاغذات دیکھے ہیں میرے ہاں کبھی کوئی کاغذ اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ یہ مقدمہ ان ہزار ہا تراشوں کے درمیان دبا پڑا ہے جو بخاری صاحب نے مجھے دیے تھے میں انھیں دیکھ رہا ہوں

جونہی دستیاب ہوا پیش کردوں گا۔ مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ آپ کی غیر فروخت شدہ مطبوعہ کتابوں کا اسٹاک صوفی عبدالرشید کو دے دیا جائے۔ ان کا ایک حصّہ پاک و ہند کی لائبریریوں کو تحفتاً بھیج دیا جائے اور باقی اس کے حوالے کر دیا جائے۔ آپ کی ذاتی کتب کی تقسیم کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ جو کتابیں آپ کے بچے رکھنا چاہیں وہ لے لیں اور باقی کراچی کی غالب لائبریری میں محفوظ کر دی جائیں۔ یہ کتابیں آپ ہی کے نام سے الگ الماری یا الماریوں میں رکھی جائیں گی۔ اوران الماریوں پر آپ کا نامِ نامی درج کر دیا جائے گا۔ کراچی سے ان کتابوں کو راولپنڈی بھیجنا مناسب نہ ہوگا آپ نے اپنے مسودات اور کاغدات کے بارے میں پوچھا ہے تو اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ انھیں پہلے میں دیکھوں گا اور اگر شاہ انجم ان پر کوئی کام کرنا چاہیں گے تو میں اپنا اطمینان کر کے ان کے حوالے کر دوں گا۔ ان مسودات سے آپ کی ایک دو کتابیں لازماً مرتب ہو جائیں گی۔

یہ جان کر افسوس ہوا کہ اب ''حیاتِ مستعار'' آپ سے نہیں لکھی جاتی۔ لیکن میں مایوس نہیں ہوں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو یہ کتاب مکمل کرنے کی ہمت دے۔ اللہ نے چاہا تو آپ ضرور اسے مکمل کریں گے۔ آپ کا ذہن خدا کے فضل سے نوجوانوں کی طرح توانا ہے اور حافظہ بھی قابلِ رشک ہے کاش کوئی ایسا انتظام ہو سکے کہ آپ یہ کتاب املا کرا دیں۔

آپ نے اپنے گرامی نامے میں جو دو شعر لکھے ہیں (٠٠٠ چراغ سحری کا ٠٠٠ آشفتہ بیانی میری) اُنھوں نے مجھے رُلا رُلا دیا۔ قدوائی صاحب آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ خدا کے لیے ایسے دردناک شعر نہ لکھا کیجیے۔ آپ کی صحت و شادمانی کے لیے ہر وقت ہم دونوں دعا کرتے ہیں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلّہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۲۰-۱۲-۱۹۹۴ء

(۱۵)

میرے محترم قدوائی صاحب۔ سلامِ مسنون

اُس روز آپ سے فون پر بات کر کے اور ڈانٹ کھا کے بے حد خوشی ہوئی۔ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے کوئی ڈانٹنے والا تو ہے۔ آپ کو ایک خط میں نے عید سے پہلے لکھا تھا۔ وہ آپ کو نہیں ملا۔ یہاں

ڈاک کا انتظام بہت خراب ہے ظاہر ہے جب آئے دن ہنگامے ہوں گے تو لوگ جان بچائیں گے نہ کہ ڈاک۔ آپ کا عید کارڈ بھی دس روز بعد ملا۔ اس تاخیر کی تلافی اس شعر نے کر دی جو آپ نے لکھا ہے بہت مزے کا شعر ہے۔ دائرے میں جو آپ نے اپنے حالات لکھے تھے اور پھر اپنے پرچے میں جو اضافے کیے تھے اس کے سلسلے میں مولوی عمران مسافر صاحب سے بات ہوئی۔ انھوں نے ''دائرے'' کے وہ تمام پرچے دیکھ ڈالے جو انھوں نے آپ سے لیے تھے ان میں مطلوبہ شمارہ نہیں ہے۔ خیال ہے کہ آپ نے خود ہی وہ پرچہ کہیں ''احتیاط'' سے رکھ دیا ہوگا۔

شاہ انجم کو مطلوبہ رسالہ میں نے دے دیا تھا۔ ان کا مضمون بھی میں نے پڑھا اس مضمون کا انداز بہت جارحانہ تھا میں نے انھیں سمجھایا کہ اس کا لہجہ نرم کریں۔ بہت دنوں سے شاہ انجم سے ملاقات نہیں ہوئی، معلوم نہیں یہ مضمون چھپا یا نہیں۔

سوسائٹی کے سلسلے میں آپ نے فون پر جو بتایا تھا اس کے پیشِ نظر میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ اس سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔ جو کچھ ہے اُسے فی الحال ویسے ہی رہنے دیجیے۔ مئی میں جب آپ کراچی آئیں گے تو اس وقت اس مسئلے کا کوئی حل تلاش کر لیا جائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ مئی میں آپ کی نواسی کے امتحان ہو جائیں گے اور وہ آپ کے ساتھ فلیٹ پر رہے گی۔ اس وقت میں بھی ان شاء اللہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے ساتھ گزاروں گا۔

آپ کے پچھلے دو تین خط میں نے پڑھے، ان میں سوائے ایک کے کوئی جواب طلب بات نہیں ہے اور وہ ایک بات اُس دیباچے سے متعلق ہے جو ہاشمی فرید آبادی نے آپ کے انتخاب غالب پر لکھا تھا۔ میرے ہاں کا غذات نہایت احتیاط اور ترتیب سے رہتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ دیباچہ میں نے آپ کو دینے کے لیے نکالا تھا۔ میز پر رکھا تھا میرے ساتھ جو معاون کام کرتا ہے اس نے میز صاف کی اور یہ دیباچہ کسی غیر متعلق فائل میں رکھ دیا۔ میں تلاش کر رہا ہوں، ان شاء اللہ بہت جلد مل جائے گا۔

میں نے ابھی ابھی فہیم الزماں صاحب کو فون کیا تھا اور کہا تھا کہ قدوائی صاحب کو خط لکھ رہا ہوں کوئی پیغام! تو انھوں نے کہا کہ وہ آپ کو ایک مفصّل خط لکھ چکے ہیں۔

شجاع احمد زیبا تو بالکل شکستِ بستر بن گئے ہیں۔ ذہنی حالت دگرگوں ہے ایک دن آئے تھے کہنے لگے نوے (۹۰) سال کا ہو گیا ہوں میں نے کہا یہ آپ کو کیسے علم ہوا فرمایا ۱۹۲۲ء کی پیدائش ہوں۔ میں نے کہا اس حساب سے آپ ۷۳ سال کے ہوئے۔ مگر انھوں نے میرے حساب کو غلط بتایا اور کہا سالِ

رواں ۱۹۹۵ء نہیں ہے ۲۰۱۰ء ہے گویا وہ ابھی سے اکیسویں صدی میں پہنچ گئے ان کی اس حالت کا بے حد افسوس ہے۔

آج ۲۷/مارچ ہے عجیب اتفاق ہے آج سے ٹھیک ایک سال آج ہی کے دن میں جہلم میں آپ کے پاس تھا وہ بھی ایک یادگار دن تھا۔

کراچی کے حالات کی سنگینی کا اندازہ اخباروں سے نہیں کیا جاسکتا۔ میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں حالات اتنے خراب ہیں کہ ہر وقت گولیوں کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اِدھر چند روز سے قدرے سکون ہے۔

خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔ خالد سلمہٗ اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے دعائیں آمنہ آپ کو سلام لکھوارہی ہیں۔

بخدمت گرامی
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلہ
جہلم

آپ کا خادم
مشفق خواجہ
۲۷-۳-۱۹۹۵ء

(۱۶)

قبلۂ من۔ سلام مسنون

گرامی نامہ ملا۔ بے حد ممنون ہوں۔ آپ جون کے آخر میں تشریف لائیں گے تو انشاءاللہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ ابھی سے آپ کا انتظار کررہا ہوں۔

آپ کے پاس جو اسٹاک ہے 'اپنا ذاتی' میری رائے میں وہ بھی شاہ انجم کو دے دینا چاہیے۔ کیوں کہ ان کے پاس اپنا رسالہ ہے اور وہ اس میں کتابوں کا اشتہار باقاعدگی سے چھاپ سکتے ہیں اسی طرح کتابوں کی تھوڑی بہت نکاسی ہوتی رہے گی۔ صوفی اب بہت بوڑھا ہوگیا ہے وہ اب محنت کے لائق نہیں رہا۔

باقی تمام اُمور پر بھی آپ کے آنے پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔ اور اب آپ کی تمام شکایتیں دور کردی جائیں گی۔ لیکن آپ کی شکایتوں کی وجہ سے زندگی میں ہلچل سی رہتی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ کی شکایتوں کا سلسلہ جاری رہے۔

ابھی کچھ دیر پہلے مولوی عمران صاحب اُٹھ کر گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آپ کو دو خط لکھے مگر جواب نہیں آیا۔ وہ ہدایت کر گئے ہیں کہ آپ کو ان کی طرف سے سلام لکھ دوں۔ آج کل عمران صاحب تبلیغ کے شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اپنی عاقبت کے لیے کچھ کیجیے میں نے کہا اگر آپ کے اطوار یہی رہے تو مجھے آپ کی عاقبت کے بارے میں بھی کچھ کرنا پڑے گا۔

آج کل کراچی میں شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ جہلم میں آپ کے مکان کا خیال آتا ہے تو جی چاہتا ہے کاش کراچی میں بھی آپ کا ایک ایسا مکان ہوتا۔ گرمی سے جب دل گھبراتا آپ کے پاس جا بیٹھتا۔

آمنہ خیریت سے ہے سلام لکھوا رہی ہیں خالد سلمہٗ اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے ہم دونوں کی طرف سے دعائیں۔

بخدمت گرامی	آپ کا خادم
محترم جلیل قدوائی صاحب مدظلہ	مشفق خواجہ
جہلم	۳۰-۵-۱۹۹۵ء

حوالے اور حواشی

۱ محترم فاضل تحقیق استاذی ڈاکٹر نجم الاسلام (۱۹۳۳ء-۲۰۰۱ء) کی زبانی یہ ارشاد بارہا سنا۔ بعدازاں پروفیسر محمد حسن کے حوالے سے ڈاکٹر شمس الدین بدایونی کے مقالے: ''قاضی عبدالودود کا رویہ تحقیق'' میں پڑھنے کو ملا۔

۲ ڈاکٹر عطش دُرّانی: ''جدید رسمیاتِ تحقیق''، ۲۰۰۵ء ملخصاً ص ۱۹

۳ پروفیسر ڈاکٹر غلام شبیّر رانا (مضمون) ''مشفق خواجہ۔ کوئی کہاں سے تمھارا جواب لائے گا''۔ مطبوعہ و مشمولہ ماہنامہ ''سیّارہ'' لاہور، اشاعت خاص ۵۴، سالنامہ ۲۰۰۶ء، ص ۱۷۸

۴ سلطان جمیل نسیم (مضمون) ''آواز نہیں ہوتی'' (مشفق خواجہ کی یاد میں)، مطبوعہ و مشمولہ ماہنامہ ''سیّارہ'' لاہور، ایضاً ص ۱۶۹

۵ یونس حسن: (مضمون) ''مشفق خواجہ۔ ایک ہمہ جہت شخصیّت''، مطبوعہ ''قومی زبان''، کراچی، فروری ۲۰۰۹ء، جلد ۸۱، شمارہ: ۲، ص ۳۸

۶ اس سلسلے میں بعض قابلِ ذکر مثالیں دیکھنا ہوں تو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب کے مضمون: ''مشفق خواجہ۔ شخصیت کے چند نادر پہلو''، مطبوعہ ''قومی زبان''، کراچی، فروری ۲۰۰۹ء، جلد ۸۱، شمارہ: ۲، ملاحظہ ہو۔

۷ بہ حوالہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ایضاً ص ۳۷

۸۔ ''جلیل قدوائی۔شخصیت اورفن'' کے عنوان سے یہ مونوگراف کراچی سے شایع ہو چکا ہے، اشاعت کے دیگر کوائف یہ ہیں: سالِ اشاعت ۱۹۹۲ء، رفاہ پبلی کیشنز، کراچی

۹۔ مشفق خواجہ کے نام جلیل قدوائی کے خطوط کی تعداد ستّر سے زائد ہے۔ راقم الحروف نے مشفق خواجہ سے مذکورہ خطوط عنایت کرنے کی درخواست کی تھی، جسے آپ نے منظور کرتے ہوئے وعدہ بھی کرلیا تھا۔ مگر وائے ری قسمت، اُن کی وفات نے اس آرزو کو پورا نہ ہونے دیا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ان خطوط کے حصول کی کوشش جاری ہے۔ ڈاکٹر سید جاوید اقبال صاحب سے مشفق خواجہ مرحوم کے بھائی خواجہ طارق صاحب نے ان خطوط کی فراہمی کا وعدہ کیا ہے۔

۱۰۔ ''مکاتیب مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی''، ۲۰۰۸ء، حرفِ اوّل، ص ۱۸

۱۱۔ ایضاً، مقدمہ ص ۳۴

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی، محررہ ۲۹ رمئی ۱۹۸۹ء

۱۴۔ اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی، محررہ ۲۷ رمارچ ۱۹۹۵ء

۱۵۔ مرحوم جلیل قدوائی کا خطِ تحریر نہایت شکستہ تھا، جسے پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ مرحومہ ہرمزی بیگم، جلیل قدوائی کے خطِ تحریر کو جناتی خط سے تعبیر کرتی تھیں اور یہ بات مرحوم مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔

۱۶۔ اُسامہ شکیب۔ ''مکتبہ ہم زبان''، الیف ۲/۸۳ مارٹن کوارٹرز، جہانگیر روڈ، کراچی، ۷۴۸۰۰

۱۷۔ ''خاکستر پروانہ''، جلیل قدوائی کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے۔ اس میں آپ کے پہلے دو مجموعوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔

۱۸۔ اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی، محررہ ۲۴ راگست ۱۹۹۰ء۔

۱۹۔ مشفق خواجہ مرحوم نے اپنے ایک خط میں 'عمران مسافر' کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مسافر صاحب کا پورا نام عمران بخت ہے۔ وہ ہر منگل کو میرے ہاں آتے ہیں ... مسافر صاحب بہت اچھے آدمی ہیں، کتابوں اور رسالوں کے بڑے 'حریص' ہیں۔ جس طرح بچّے دوسروں کے کھلونوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں، یہ اسی طرح دوسروں کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ فراخ دل بھی ہیں۔ اگر کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو فوراً لے آتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے پیش کر دیتے ہیں''۔

[اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی، محررہ: ۹ راکتوبر ۱۹۹۴ء]

۲۰ اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام ایضاً محررہ:۳۰رمئی ۱۹۹۵ء

۲۱ انجمن ترقی اردو میں جلیل قدوائی نے تقریباً پندرہ سولہ برس تک خدمات سرانجام دیں، اس حوالے سے آپ کی علمی خدمات کا مفصل جائزہ راقم الحروف نے اپنے ایک مقالے: ''جلیل احمد قدوائی اور انجمن ترقی اردو'' میں لیا ہے۔ ملاحظہ ہو: شعبہ جاتی مجلّہ ''خیابان''، شعبۂ اردو، جامعۂ پشاور، شمارہ نمبر۱۶، بہار، ۲۰۰۷ء، ص نمبر۹۴ تا ۱۳۰۔

۲۲ اقتباس از مکتوب مشفق خواجہ بنام جلیل قدوائی محررہ:۹راکتوبر ۱۹۹۴ء

حواشی متن:

خط نمبرا:

ا تمام خطوط اسی مقام سے تحریر کیے گئے ہیں۔ آیندہ خطوط میں تکرار سے بچنے کے لیے پتے کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۲ ''چند اکابر، چند معاصر'' جلیل قدوائی کی ایک قابلِ قدر تصنیف جس میں علامہ اقبال، سرراس مسعود، سرشاہ محمد سلیمان، سر رضا علی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پروفیسر اے بی اے حلیم، بابائے اردو، مولانا احسن مارہروی، مولوی محمد یحییٰ تنہا، سیّد ہاشمی فرید آبادی، نواب جعفر علی خاں اثر، خواجہ غلام السیدین، مولانا سالک، ڈاکٹر زور، حیرت شملوی، ملّا واحدی، مولانا عبدالماجد دریابادی، سیّد صاحب (خادم خاص بابائے اردو) ڈاکٹر محمود حسین خان، ممتاز حسن اور کرنل مجید ملک، جیسی علمی، ادبی، تاریخی اور تہذیبی شخصیات پر قلم اُٹھایا گیا ہے، خاکوں کا یہ مجموعہ پہلی بار ۱۹۷۷ء میں ادارۂ نگارش و مطبوعات کراچی سے شایع ہوا تھا۔ اب نایاب ہے۔ جلیل قدوائی نے اس کتاب پر نظرِ ثانی کر کے راقم کو عطا کی تھی۔ کیا ہی اچھا ہو جو یہ کتاب کوئی ادارہ دوبارہ شایع کر دے۔ تاریخی اہمیت کی بناء پر اس مجموعے کو نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔

۳ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار عظمت الٰہی زبیری کے نام۔ علامہ اقبال کے جس خط کی اشاعت کا ذکر ہوا ہے وہ انگریزی میں ہے اور ''اقبال'' لاہور کے علاوہ ''نقوش'' لاہور شمارہ:۱۳۹ میں بھی شایع ہو چکا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اقبال کے پانچ غیر مدوّن خطوط'' صحیفہ، لاہور، شمارہ نمبر۷۷، جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۳۱۔

اس خط میں علامہ اقبال نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اردو میں جلیل قدوائی کے انتخاب کی سفارش کی تھی۔

۴ جلیل قدوائی کا تیسرا شعری مجموعہ۔ طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ ہم زبان، ۱۹۸۸ء

۵ جلیل قدوائی کا مرتبہ مجموعۂ مضامین طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۰ء

۶ اُن دنوں جلیل قدوائی کے صاحب زادے بریگیڈیئر خالد احمد قدوائی کی تعیناتی کوئٹہ میں تھی۔ بعد ازاں انھوں نے جنرل کے عہدے تک ترقی پائی۔ اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔

خط نمبر ۲:

۱ ''جلیلؔ قدوائی نے اپنی آپ بیتی ''حیاتِ مستعار'' کے نام سے تحریر کی ہے۔ افسوس وہ اسے مکمل نہ کر سکے۔ یہ دو حصّوں میں چھپ چکی ہے۔ پہلا حصہ مکتبۂ اسلوب کراچی سے ۱۹۸۷ء میں شایع ہوا تھا جب کہ دوسرا حصّہ رسالہ ''غالب'' کراچی میں نکلا تھا۔ ملاحظہ ہو: شمارہ ۶ تا ۱۰، ۱۹۹۲ء۔

ان دونوں حصّوں پر بھی جلیلؔ قدوائی نے نظرِ ثانی فرمائی تھی۔ یہ دونوں نظرِ ثانی شدہ حصّے راقم الحروف کے پاس ہیں۔ راقم ان دونوں حصّوں کو یکجا شایع کرنے کا خواہش مند ہے۔

خط نمبر ۶:

۱ غالباً جلیلؔ قدوائی کے شخصی مضامین کے دوسرے مجموعے ''چند اور اکابر چند اور معاصر'' کا ذکر ہے۔ یہ کتاب راس مسعود سوسائٹی کراچی سے ۱۹۹۳ء میں شایع ہوئی۔ جلیلؔ قدوائی کی خواہش تھی کہ ان کے شخصی مضامین کے دونوں مجموعے یکجا شایع ہوں۔

۲ ادیب سہیل (بی اے)، تاریخ و جائے پیدائش: ۲۲ر جون ۱۹۲۷ء، موضع چوارہ، ضلع مونگیر (بہار)، محکمۂ ریلوے میں ملازمت کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد روز نامہ ''پاسبان'' ڈھاکہ کے ایڈیٹر ہوئے۔ تقسیم کے بعد مشرقی پاکستان چلے گئے تھے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ۱۹۷۴ء میں کراچی آ گئے۔ ''افکار'' اور ''قومی زبان'' جیسے اہم ادبی رسائل کی ادارت کے فرائض سرانجام دیے۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف میں: ''بکھراؤ کا حرفِ آخر'' (شعری مجموعہ) ''غمِ زمانہ بھی سہل گزرا'' (منظوم خودنوشت)، ''کچھ ایسی نظمیں ہوتی ہیں'' (نظموں کا مجموعہ)، ''یہ زندگی یہ اپسرا'' (نظموں اور غزلوں کا مجموعہ)۔ یونیورسٹی آف ایسٹ حیدرآباد سے آپ کی ادبی خدمات پر ایم فِل کی طالبہ فرخندہ جمال مقالہ لکھنے میں مصروف ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں: احمد حسین صدیقی، ''دبستانوں کا دبستان''، کراچی، جلد دوم، ۲۰۰۵ء، محمد حسین اکیڈمی۔ نیز ''یہ زندگی یہ اَپسرا'' از ادیب سہیل، ۲۰۰۹ء، کراچی۔

۳ جلیل قدوائی کے مضمون ''آہ مالک رام!'' کا ذکر ہے۔ مطبوعہ ''قومی زبان'' کراچی، اشاعت: اپریل ۱۹۹۴ء، جلد ۶۶، شمارہ ۴، (مالک رام نمبر)

۴ ملاحظہ ہو مندرجہ بالا حواشی نمبر ۱۹

۵ یہ ایس۔ ایس جعفری سر راس مسعود سوسائٹی پاکستان کے صدر تھے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف نے بھی جلیل قدوائی

کے ہمراہ آپ کے دولت کدے پر شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔ اس موقع پر قدوائی مرحوم کے بڑے صاحبزادے جناب معروف احمد قدوائی (سابق ڈین اور پروفیسر این ای ڈی یونیورسٹی، کراچی) بھی موجود تھے۔

خط نمبر ۹:

۱۔ جلیل قدوائی نے اپنی کتاب ''چند اور اکابر، چند اور معاصر'' کے پہلے مضمون (''لیاقت علی خاں شہید'') میں فارسی کا ایک مشہور شعر یوں درج کیا ہے:

ماومجنوں ہم سبق بودیم در آغازِ عشق
او بہ صحرا رفت وما در کوچہ ہا رسوا شدیم

اس کے پہلے مصرعے کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد نے تحریر کیا تھا کہ انھیں یہ مصرعہ اس طرح یاد ہے:

ماومجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق

ڈاکٹر آفتاب نے اس مصرعے کی بابت لکھا تھا کہ ''آپ کے آغازِ عشق لکھنے کے بعد مجھے اپنی یاد پر شک ہوگیا ہے''۔ نیز اُنھوں نے یہ بھی استفسار کیا کہ ''یہ شعر ہے کس کا؟''۔ چنانچہ اسی سلسلے میں جلیل قدوائی نے مشفق خواجہ کو لکھا تھا، جس کا جواب زیرِ نظر سطور میں دیا گیا ہے۔

☆[اقتباس از مکتوب ڈاکٹر آفتاب احمد بنام جلیل قدوائی، محررہ ۲۰ر نومبر ۱۹۹۳ء (غیر مطبوعہ) مملوکہ راقم الحروف]

خط نمبر ۱۳:

۱۔ جلیل قدوائی کی آپ بیتی کا اختصار ایک طویل مضمون کی صورت میں ماہنامہ ''دائرے'' کراچی جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۳ ستمبر ۱۹۸۹ء میں شایع ہوا، نیز آپ کی آپ بیتی کا ایک اور حصّہ جولائی۔دسمبر ۱۹۸۹ء میں سہ ماہی ''العلم'' کراچی میں شایع ہوا۔

۲۔ ''اکادمی ادبیات پاکستان'' کی جانب سے راس مسعود سوسائٹی کو جو سالانہ گرانٹ ملا کرتی تھی، اُسے ختم کرنے کے لیے جلیل قدوائی مرحوم نے اکادمی کو خط لکھا تھا۔

۳۔ راس مسعود سوسائٹی کے ذیلی ادارے ''راس مسعود اکادمی'' کا ذکر ہے۔

خط نمبر ۱۴:

۱۔ راقم الحروف کے مضمون ''اردو افسانے کی روایت'' از ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (مطبوعہ سہ ماہی ''انشاء'' حیدرآباد شمارہ (۷) اپریل تا جون ۱۹۹۵ء) کا ذکر ہے۔ دراصل ''اردو افسانے کی روایت'' میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے جلیل قدوائی سے متعلق بعض محلِ نظر باتیں کی ہیں۔ راقم نے حقائق کی روشنی میں صورتِ حال کا جائزہ

پیش کیا ہے۔ ان معروضات کا لب و لہجہ یقیناً نامناسب ہوگا جبھی مشفق خواجہ مرحوم نے اسے نرم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ راقم پر مشفق خواجہ کا یہ احسان رہے گا کہ اُنھوں نے اس طالبِ علم کو تصحیح تحقیق کے بعض ضروری آداب سکھائے۔

چنانچہ مضمون پر نظرِ ثانی کی گئی اور ان کے مشوروں کی روشنی میں اسے دوبارہ تحریر کیا گیا۔

۲ سیّد ہاشمی فرید آبادی کے جس مقدّمے کا ذکر ہے وہ انھوں نے جلیل قدوائی کی ایک کتاب ''کلامِ غالب، نسخۂ قدوائی'' (طبع اوّل، ۱۹۶۰ء، ادارۂ نگارش و مطبوعات، کراچی) کے لیے تحریر کیا تھا مگر بعض وجوہات کی بناء پر ہاشمی مرحوم کا وہ مقدمہ جلیل قدوائی کو دست یاب نہ ہو سکا۔ چناں چہ یہ انتخاب مذکورہ مقدّمے کے بغیر ہی شایع ہوا۔

ہاشمی مرحوم کے تحریر کردہ مقدّمے کی عدم دستیابی کی وجہ ''عبدالحق جوبلی کمیٹی'' کے سلسلے کا اختلاف تھا۔ اس کمیٹی کے صدر سیّد ہاشمی فرید آبادی اور سیکریٹری جلیل قدوائی تھے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:

''عبدالحق جوبلی کمیٹی کی کہانی'' از جلیل قدوائی مشمولہ ''تجزیے اور تجربے'' طبع اوّل، ۱۹۹۰ء راس مسعود سوسائٹی، کراچی۔ ص ۱۵۲ تا ۱۶۳۔

خط نمبر ۱۶:

۱ اس خط پر مشفق خواجہ نے ۳۰۔۵۔۹۱ء کی تاریخ درج کی ہے۔ جب کہ شواہد اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۱ء سہوِ قلم کے باعث درج ہوا ہے، اسے ۹۵ء ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ اس خط پر راقم نے ۹۵ء ہی درج کیا ہے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

کتب:

۱۔ ادیب سہیل: ''یہ زندگی یہ اَپسَرا''، طبع اوّل، کراچی، ربابِ ۲۰۰۹ء۔

۲۔ احمد حسین صدیقی: ''دبستانوں کا دبستان'' کراچی (جلد دوّم) طبع اوّل، کراچی، محمد حسین اکیڈمی، ۲۰۰۵ء۔

۳۔ دُرّانی، ڈاکٹر عطش: ''جدید رسمیاتِ تحقیق''، طبع اوّل، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۵ء۔

۴۔ شاہ انجم: ''جلیل قدوائی۔ شخصیت اور فن''، طبع اوّل، کراچی، رفاہ پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء۔

۵۔ قدوائی، جلیل احمد: ''کلامِ غالب، نسخۂ قدوائی''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۶۰ء۔

۶۔ قدوائی، جلیل احمد: ''خیابانِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۰ء۔

۷۔ قدوائی، جلیل احمد: ''چند اکابر، چند معاصر''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۷۷ء۔

۸۔ قدوائی، جلیل احمد: ''حیاتِ مستعار''، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اُسلوب، ۱۹۸۷ء۔

۹۔ قدوائی، جلیل احمد: ''خاکسترِ پروانہ''، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ ہم زبان، ۱۹۸۸ء۔
۱۰۔ قدوائی، جلیل احمد: ''چند اور اکابر، چند اور معاصر''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۳ء۔
۱۱۔ قدوائی، جلیل احمد: ''تجزیے اور تجربے''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء۔
۱۲۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین: ''مکاتیبِ مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی''، طبع اوّل، لاہور، ادارۂ مطبوعات سلیمانی، ۲۰۰۸ء۔

رسائل:

۱۔ ''انشا''، حیدر آباد، شمارہ ۷، ۱۹۹۵ء۔
۲۔ شش ماہی ''خیابان'' شعبۂ اُردو پشاور یونیورسٹی، شمارہ ۱۶۔
۳۔ ماہ نامہ ''دائرے''، کراچی، جلد ۳، شمارہ ۳۔
۴۔ ''سیارہ''، لاہور، شمارہ ۵۴، ۲۰۰۶ء۔
۵۔ ''صحیفہ''، لاہور، شمارہ ۷۷۔
۶۔ شش ماہی ''غالب''، کراچی، شمارہ ۶ تا ۱۰، ۱۹۹۲ء۔
۷۔ ماہ نامہ ''قومی زبان''، کراچی، شمارے: جلد ۶۶، شمارہ ۴، جلد ۸، شمارہ ۲۔

X-----X-----X